اقبال کے پنجابی تراجم

ڈاکٹر ناصر رانا

Dr. Nasir Rana

Dean Faculty of Languages & Literature/
Director Research & Quality Assurance
Govt. Dayal Singh College, Lahore.

Abstract

Our world has administrative, academic and wild systems. Among them; academic and political systems of the society have accomplished them with radiance and wildness is regretted everywhere. While Combatants conquer lands, writers are busy promoting knowledge and literature. Sheikh Ain ud Din Gunj l'ilm, Syed Muhammad Hussaini Banda Nawaz Geesu Daraz, and Shah Meeran Ji Shams Al'Ishaaq etc. were ancestors of knowledge and literature. Their translations are the gems for basic Urdu. This succession has made it to the current era after a long journey. Translation in Punjabi has its roots centuries back when Muslims came to this area from Asia, Afghanistan and Iran. Muslims have the status of trendsetter of the domain. Although Mongol, Arabs and Hunns also came in the region but Muslims had different and strong prospect of society, religion, language and civilization. They were not only Arabs or non-Arabs but they were responsible for the massive change in Sub-continent. Iqbal acts like a key stone of the new dawn for Indo-Pak Muslims and his thought is distinguishably translated into Punjabi.

ایک وقت تھا کہ ترجمے کو بے توقیر اور بے وقعت سمجھا جاتا تھا اور قومیں اور مذاہب اپنے علوم اور تعلیمات سینت سینت کر رکھتے تھے۔ پھر کچھ وقت گزرا، تراجم کے مثبت نتائج سامنے آئے تو علوم کو دوسری زبانوں میں ڈھالنے کے حوالے سے اندیشوں میں بھی کمی آئی۔ علما کو تراجم کی افادیت کا احساس ہونے لگا اور اب یہ انسانی ضرورت کی صورت اختیار کرنے لگے۔ خصوصاً مذہبی تحریروں کو سمجھنے کے لیے تراجم کے سوا کوئی دوسری راہ نہیں تھی۔ آج دُنیا سمٹ کر گلوبل ویلج بن چکی ہے اور جہان بھر کے علوم و فنون اور ادب کو کرۂ ارض کے مکینوں کا مشترک اثاثہ سمجھا جاتا ہے۔ ظاہر ہے یہ اثاثہ اُنہیں کے تصرف میں آئے گا جو ایک خطے کی دانش کے دروازے دوسرے خطے کے لوگوں پر وا کر سکیں گے۔

معلوم تاریخ کے مطابق دنیا میں سب سے پہلے 250 قبل مسیح میں لیویوس اینڈرونیکس (Livius Andronicus) نے ہومر (Homer) کی نظم 'اوڈیسی' (Odyssey) کا ترجمہ کیا۔ ۵۷۰ء میں حکیم بروزیہ نے 'پنچ تنتر' کا پہلوی زبان میں ترجمہ 'کلیلہ و دمنہ' کے نام سے کیا۔ یہ وہ مقبول داستان ہے جو ایران و عرب میں بارہا ترجمہ ہوئی۔ پہلی بار ابو جعفر المنصور عباسی (۷۱۴ء تا ۷۷۵ئ) نے ۷۵۰ء میں عبداللہ ابن المقفی سے اسے عربی قالب دلوایا۔ ہارون الرشید (۷۶۶ء تا ۸۰۹ئ) نے 'بیت الحکمت' قائم کیا جو دو سو سال کام کرتا رہا جس میں 'دارالترجمہ' بھی قائم کیا گیا۔ اس دارالترجمہ میں افلاطون کی 'اشراق'، ارسطو کی 'منطق'، فلاطینوس کی 'عرفان'، بقراط کی 'طب' اور آریا بھٹ کی 'علمِ ہیئت' وغیرہ کے تراجم ہوئے۔ مامون الرشید (۷۸۶ء تا ۸۳۳ئ) کے عہد میں بھی تراجم پر کافی توجہ دی گئی اور عجمی زبانوں سے عربی اور عربی سے فارسی وغیرہ میں قابل ذکر ترجمے ہوئے۔ مامون الرشید نے ایک عیسائی مترجم حنین ابن اسحاق کو جالینوس کی ۱۲۱ کتابوں اور رسالوں کے ترجمے کے انعام کے طور پر کتب کے وزن کے برابر سونا دیا۔ اس دَور کے مترجم عمر بن فرحان کو رئیس المترجمین کہا جاتا ہے۔ محمد عبداللہ بلعمی کا 'تاریخ طبری' کا ۹۶۳ء میں کیا گیا ترجمہ اور ۱۲۶۴ء میں حسین دھستانی کا ابوالحسن مداینی کی عربی کتاب 'الفرج بعد الشدہ' کا فارسی ترجمہ وغیرہ، مسلمانوں کے اہم تراجم میں شامل ہیں۔

چینی میں شوئی ہو چان (Shui Huchuon) کے لکھے قصے 'تمام انسان بھائی بھائی' کا انگریزی ترجمہ نیویارک سے ۱۹۳۳ء میں چھپا۔ کلیمنٹ اجرٹن (Clement Egerton) نے 'سنہری کنول' کے نام سے چن پنگ مِی (Chin Ping Mai) کی کہانی 'سنہری گملے کا پھول' کا ترجمہ کیا۔ چو یوان (Chu Yuan) کی شاعری کا ترجمہ آرتھر ویلے (Arther Waley) نے کیا۔ ابراہیم آفندی (۱۸۲۴ء تا ۱۸۷۱ئ) نے فرانسیسی ادب کے ترکی میں تراجم کیے۔ شیکسپیئر کے زمانے میں انگریزی شاعر چیپ مین نے ہومر کے انگریزی تراجم کیے۔ بارھویں اور تیرھویں صدی عیسوی میں عربی سے یونانی اور فرانسیسی تراجم ہوئے۔ بوعلی سینا اور ابن رشد کی تالیفات کے لاطینی تراجم بھی اسی زمانے میں ہوئے۔ جرارڈ آف کری مونا (Gerard of Cremona) (۱۱۱۴ء تا ۱۱۸۷ئ) نے بیسیوں

عربی کتب کے لاطینی میں تراجم کیے جن میں الخوارزمی کی 'الجبر المقابلہ'، بوعلی سینا کی 'قانون الطب'، جابر ابن افلاح کی 'کتاب الحیات' اور ابوبکر رازی کی 'الطب المنصوری' وغیرہ شامل ہیں۔(۱)

برصغیر میں، بالخصوص اردو میں شیخ عین الدین گنج العلم (۱۳۰۱ء تا ۱۳۹۲ئ) سید محمد حسینی بندہ نواز گیسو دراز (۱۳۲۱ء تا ۱۴۲۲ئ) اور شاہ میراں جی شمس العشاق (۱۴۰۷ء تا ۱۴۹۸ئ) وغیرہ اسی سلسلے کے بزرگ ہیں۔ ان کے ترجمے ابتدائی اُردو کا سرمایہ ہیں۔ بندہ نواز گیسو دراز کی معراج العاشقین، شاہ میراں جی اور پھر ملا وجہی کی ''سب رس'' وغیرہ فارسی تحریروں کا اُردو رُوپ ہیں۔

انگریزی، عربی، فارسی اور دیگر زبانوں کی تحریروں کے اردو اور دیگر پاکستانی زبانوں میں بہت سے تراجم ہو چکے ہیں۔ نذیر احمد دہلوی، عبدالحلیم شرر، مرزا ہادی رسوا اور رتن ناتھ سرشار وغیرہ نے انگریزی ناول اُردو میں ترجمہ کیے یا ترجمہ نما کام کیا کیوں کہ عبدالحلیم شرر (۱۸۶۰ء تا ۱۹۲۶ء) نے سر والٹر اسکاٹ (Sir Walter Scott) اور سیموئل رچرڈ سن (Samuel Richardson) کے ناولوں کو براہِ راست ترجمہ تو نہیں کیا مگر اپنے تاریخی ناولوں کی بنیاد ان ہی پر رکھی سوائے 'خوبی قسمت' کے، جو رینالڈسن (Reynoldson) کے ایک ناول کا براہِ راست ترجمہ ہے۔ میری کوریلی (Marie Corelli:1855-1924) کے پانچ جاسوسی ناول مرزا ہادی رسوا نے ترجمہ کیے۔ محمد حسن عسکری نے اشرووڈ اینڈرسن کے ناولوں کا ترجمہ کیا اور مولانا ظفر علی خان نے جارج ولیم ایم رینالڈز اور ٹینی سن کی تحریروں کے تراجم کیے۔ 'ہمایوں' کے پہلے شمارے میں شیخ عبدالقادر نے بھی اِن کا 'ندی کا راگ' کے نام سے ٹینی سن کی نظم کا ترجمہ شائع کیا۔

علامہ اقبال کی نظمیں 'پرندہ اور جگنو' اور 'پرندے کی فریاد' وغیرہ' ولیم کاؤپر کی نظموں کے ترجمے ہیں۔ اقبال نے ٹینی سن اور لانگ فیلو کی شاعری کی ترجمانی کرتے ہوئے 'عشق اور موت'، 'پیام صبح' اور 'رخصت اے بزم جہاں' کے نام سے نظمیں کہیں۔ اسی طرح حسرت موہانی، عزیز لکھنوی، حافظ محمود شیرانی، تلوک چند محروم، نادر کاکوروی اور محمد حسین آزاد نے بھی انگریزی شاعری کے اردو تراجم لکھے۔ مولوی عنایت اللہ دہلوی نے اناطول فرانس کی انگریزی تحریروں کے تراجم کیے۔ انہوں نے انگریزی ڈراموں کے تراجم بھی کیے۔ ۱۷۹۶ء میں اپنی کتاب 'ہندوستانی زبان کے قواعد' میں ڈاکٹر جان گلکرسٹ نے شیکسپیئر کے ڈراموں 'ہنری ہشتم' اور 'ہیملٹ' کے دو طویل اقتباسات کے اردو تراجم شامل کیے۔ بعد میں شیکسپیر کے ڈراموں کے دو سو سے زائد تراجم سامنے آئے۔ آغا حشر کاشمیری نے ۱۹۰۶ء میں ''سفید خون'' کے نام سے شیکسپیئر کے ڈرامے ''کنگ لیئر'' (King Lear) کا ترجمہ کیا۔ عزیز احمد (۱۹۱۴ء تا ۱۹۷۸ئ) نے شیکسپیئر ہی کے ڈرامے 'جولیس سیزر' اور 'رومیو جیولٹ' کے اردو تراجم کیے۔ شان الحق حقی (۱۹۱۷ء تا ۲۰۰۵ئ) نے بھی شیکسپیئر کے ڈرامے ''انطونی اور قلوپطرہ'' (Antony and Cleopatra) کا اردو ترجمہ کیا۔ محمد عمر اور نور الٰہی نے مارس میٹرلنک (Maurice

(Maeterlinck) کے ڈراموں اور افسانوں کے تراجم کیے اور سعادت حسن منٹو نے 'اینٹن پالووچ چیخوف' (Anton Pavlovich Chekhov) اور' گائے ڈی موپسان' (Guy de Maupassant) کے افسانوں کو ترجمہ کیا وغیرہ وغیرہ۔

ہمارے ہاں سفرناموں کے تراجم بھی کیے گئے۔ مثلاً: محمد مظہر نے ہنری، جنرل گارڈن، ایم اسٹینلے اور ڈاکٹر وی میکنزی کے سفرناموں کے تراجم کیے۔ ایف برٹن کے سفرنامے کا ترجمہ محمد انشاء اللہ نے کیا۔ اس کے علاوہ منظوم تراجم بھی کیے جاتے رہے۔ 'ارمغان فرنگ' کے نام سے ضامن کستوری نے ۱۹۰۱ء میں منظوم تراجم کا مجموعہ شائع کرایا۔ علی حیدر طباطبائی نے تھامس گرے (Thomas Gray) کی نظم 'ایلجی' (Elegy Written in a Country Churchyard) کا منظوم ترجمہ کیا۔ حسرت موہانی، عزیز لکھنوی، حافظ محمود شیرانی، نادر کاکوروی اور محمد حسین آزاد نے بھی اس سلسلے میں گراں قدر حصہ ڈالا۔

شریف کنجاہی نے برٹرینڈ رسل کی کتاب Road to Freedom کا اردو ترجمہ 'آزادی کی راہیں' کے نام سے ۱۹۳۹ئمیں کیا پھر آزاد سماج کے نام سے کروپاٹکن کی کتاب Conquestof bread کے ابواب 'دولت'، 'خوشی'، 'ملکیت کا خاتمہ' اور 'انارکسسٹ فلسفہ حیات' کا ترجمہ کیا۔ انہوں نے ۱۹۷۷ء میں علامہ اقبال کی جاوید نامہ کا منظوم پنجابی ترجمہ اور بعدازاں علم الاقتصاد کا پنجابی ترجمہ کیا۔ انہوں نے ہی ۱۹۹۲ء میں خطباتِ اقبال کا پنجابی ترجمہ کیا اور پھر مذہبی موضوعات میں پنج سورہ کا منظوم پنجابی ترجمہ (۱۹۸۰ئ)، نبی پاکؐ کے خطبے (پنجابی ترجمہ) اور قرآن مجید کا پنجابی ترجمہ دو جلدوں میں کیا۔ بابا فرید کی شاعری کا ترجمہ کرنے کے علاوہ شریف کنجاہی نے پنجابی شاعری سے انتخاب کر کے اس کا اردو ترجمہ کیا۔ بعدازاں انہوں نے دو جلدوں میں ہیر وارث شاہ کا نثری اردو ترجمہ پیش کیا۔ اس ترجمہ کی جلد اول ۱۹۹۱ءاور جلد دوم ۱۹۹۲ئمیں شائع ہوئی۔ اسی طرح مختلف ممالک سے شیکسپیئر، میکبتھ، اوریانہ فلاچی، ایشلے ڈیوکس اور فیڈریکا گارشیا وغیرہ کے سیکڑوں قابل ذکر تراجم صوفی غلام مصطفی تبسم، افضل احسن رندھاوا، عبدالحق علوی اور شفقت تنویر مرزا وغیرہ نے کیے۔ نجم حسین سید تے سعید احمد کا ایک بنگالی ڈرامہ 'جنگل دارا کھا' کے عنوان سے اور احمد سلیم نے شیخ ایاز کی سندھی شاعری کو 'جو بیجل نے آکھیا' کے عنوان سے پنجابی میں ڈھالا۔

مولوی عبدالحق نے کہا تھا کہ دُنیا میں ہر قوم کی زندگی میں ایسا زمانہ آتا ہے جب کہ اس کے قوائے ذہنی میں انحطاط کے آثار پیدا ہونے لگتے ہیں۔ ایجاد واختراع اور غور وفکر کا مادہ تقریباً مفقود ہو جاتا ہے۔ تخیل کی پرواز اور نظر کی جولانی تنگ اور محدود ہو جاتی ہیں۔ علم کا دارومدار چند رسمی باتوں اور تقلید پر رہ جاتا ہے۔ اس وقت قوم یا توبے کار اور مردہ ہو جاتی ہے یا سنبھلنے کے لیے لازم ہو جاتا ہے کہ وہ دوسری ترقی یافتہ اقوام کا اثر قبول کرے۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف ادوار میں تراجم کے ذریعے دنیا کی

مختلف اقوام نے ایک دوسرے کے علمی معاملات سے استفادہ کیا ہے۔ ’جس طرح یونان کا اثر روم اور دیگر اقوام یورپ پر پڑا، جس طرح عرب نے عجم کو اور عجم نے عرب کو متاثر کیا اور جس طرح اسلام نے یورپ کی تاریکی اور جہالت کو مٹا کر اُسے علم کی روشنی پہنچائی، اسی طرح آج ہم بھی بہت سی باتوں سے مغرب کے محتاج ہیں۔ یہ قانونِ عالم ہے جو یوں ہی جاری رہا اور شاید جاری بھی رہے گا۔‘(۲)

ترجمہ کرتے وقت الفاظ، اصطلاحات، محاورات، طویل مصرعوں کو دوسری زبان میں ڈھالنا اور مذہبی والہامی کتابوں کو ترجمہ کرتے وقت اُن کی رُوح کو پیشِ نظر رکھنے کی مشکلات، پھر پبلشر، قاری، نقاد اور اُستاد و مربی کا لحاظ، محسوسات کی دُنیا اور محاکات کے مسائل، زبانوں کے نادر اور پوشیدہ نامانوس لہجوں سے نبرد آزمائی، شاعر اور مصنف کی پسند، ناپسند، مزاج اور رُجحانات، علاقائی، سائنسی اور لسانی اصطلاحات، ایجادوں، دریافتوں اور لہجوں کے خارزاروں میں سے راستہ نکالنا اور مختلف پیشوں، طبقہ ہائے زندگی، خواندہ، نیم خواندہ اور ناخواندہ لوگوں کی گفت گو کو ترجمے کے لیے اختیار کی گئی زبان کے ہم مزاج کرنا جان جوکھوں کا کام ہے۔ جیسے انسانی جسم میں ایک ہی وقت میں خوراک، سانس اور خون کا نظام اپنے اپنے مقاصد حاصل کرتا ہے بالکل اسی طرح ہماری دنیا میں ایک نظام سیاسی یا انتظامی ہے، دوسرا علمی اور تیسرا سراپا جہل۔ ان میں سے سیاسی اور علمی معاشرے میں اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ رائج و صائب ہیں۔ جہاں اہلِ سیف علاقوں کی فتوحات کرتے رہے ہیں وہاں اہلِ قلم علم و ادب کی ترویج میں مصروف ہیں۔

پنجابی میں ترجموں کا آغاز بھی صدیوں پہلے مسلمانوں کے وسط ایشیائ، افغانستان اور ایران وغیرہ سے اس علاقے میں آنے ہی سے شروع ہو جاتا ہے۔ مسلمان دراصل اس خطے کی تہذیب میں رُجحان ساز حیثیت رکھتے ہیں۔ اگرچہ یہاں ہُن بھی آئے، منگول بھی اور عرب بھی اور انہوں نے عہدِ عتیق میں وہ غیر محسوس اور نامعلوم کام کیے جن کی اساس پر آج ہماری ثقافت، تہذیب اور لسانیات تعمیر ہوئیں۔ لیکن مسلمان ان سب سے مختلف تھے کہ وہ ایک مضبوط معاشرتی، مذہبی، تہذیبی، علمی اور لسانی پس منظر لے کر آئے تھے۔ وہ صرف عرب یا غیر عرب نہیں تھے بلکہ وہ برصغیر کی کایا پلٹ کے سب سے اہم ذمہ دار تھے۔

شعری تخلیقات کے تراجم:

ترجمہ ایک مشکل کام ہے۔ اس میں ترجمہ کار کے لیے خصوصی رُجحان کے ساتھ ساتھ دونوں زبانوں میں مہارت کی ضرورت ہوتی ہے۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کے بقول ’شاعری کا منظوم ترجمہ اکثر صورتوں میں محض ایک ذہنی مشق ثابت ہوتا ہے۔ اس سے بسا اوقات مفہوم پوری طرح واضح نہیں ہوتا اور اصل شاعری کا سا لطف پیدا کرنا تو کارے دارد۔‘(3) یوں اس مشکل کام کے لیے جتنی توجہ کی ضرورت ہے وہ ہر کسی کے بس کی بات نہیں۔ اس کے باوجود علامہ اقبال کے پنجابی ترجمہ کاروں نے اس

میں کمالِ فن کا مظاہرہ کیا ہے۔

قیام پاکستان کے بعد ۱۹۶۳ء میں قریشی احمد حسین قلعہ داری نے ''شکوہ، جواب شکوہ'' کا اردو سے پنجابی میں ترجمہ کیا جس کے بعد نہ صرف اقبال کے تراجم کا ایک تسلسل قائم ہے بلکہ اُن کے افکار کی ترسیل بھی جاری ہے۔ کاظم علی نے ۱۹۶۸ء میں شکوہ اور جواب شکوہ کا ترجمہ کیا جو جھوکر کلاں ضلع گجرات سے شائع ہوا۔ اسی زمانے میں یہ رحمت علی رحمت نے 'پنجابی شکوہ' کے عنوان سے پیر غنی ضلع پاک پتن سے شائع کیا۔ بال جبریل کا لفظی سرائیکی ترجمہ: نسیم لیہ، بزم سرائیکی چمن لیہ ۱۹۷۴ئ، جاوید اقبال: مہر عبدالحق، سرائیکی ادبی بورڈ ملتان ۱۹۷۴ئ، اسرار و رموز: خلیل آتش، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۷۵ئ۔ خلیل آتش نے ۱۹۷۷ء میں شکوہ، جواب شکوہ، والدہ مرحومہ کی یاد میں، تصویر درد، خضر راہ، پیام، ذوق وشوق، مسجد قرطبہ، طلوع اسلام اور شمع وشاعر جیسی نظموں کو 'اقبال دیاں لمیاں نظماں' کے عنوان سے پنجابی رُوپ دیا جو بزم اقبال، لاہور نے شائع کیں۔ صوفی غلام مصطفی تبسم نے 'نقش اقبال' کے نام سے ''کلیاتِ اقبال'' کو پیش نظر رکھتے ہوئے علامہ کے فارسی کلام میں سے ایک سو نظموں، غزلوں اور قطعات کے تراجم پیش کیے۔ اُن کے ترجمہ کردہ نظموں میں کرمکِ شب تاب، تمت نامہ، سرمایہ دار و مزدور، بہشت، نامۂ عالم گیر، نسیم صبح، زندگی، بوئے گل، جہان عمل، افکار انجم، جوئے آب، محاورہ مابین خدا و انسان، تنہائی، بہ یکے از صوفیہ نوشتہ شد، حکمت وشعر، غلامی، انقلاب، پٹوفی، قیصر ولیم، حکما، شعرا، لینن، مے خانہ فرنگ، آزادی بحر، پیغام برگساں، خطاب بہ انگلستان، نوائے حلاج، غزلیات، قطعات، رباعیات وغیرہ شامل ہیں جو اقبال اکادمی لاہور نے ۱۹۷۷ء میں شائع کیں۔ ۱۹۸۴ء میں اختر حسین شیخ نے 'اقبال دا لشکارا' کے عنوان سے شکوہ، جواب شکوہ، فلسفۂ غم، والدہ مرحومہ کی یاد میں، طلوع اسلام اور پندرہ غزلیں ترجمہ کیں جو گلریز پبلشرز، لاہور نے شائع کیں۔ اسی برس عبدالمجید خاں ساجد نے 'دلاں دا چانن' کے عنوان سے اُردو کلام میں سے شکوہ، جواب شکوہ، شمع و شاعر، والدہ مرحومہ کی یاد میں، خضر راہ، طلوع اسلام، ذوق وشوق، مسجد قرطبہ، ساقی نامہ اور پیر و مرید کو پنجابی میں ڈھالا۔ یہ کتاب کاروان ادب، ملتان نے شائع کی۔(4)

۱۹۱۵ء میں شائع ہونے والی علامہ کی کتاب 'اسرار خودی' میں سے 'اسرار و رموز' کے عنوان سے خلیل آتش نے کتاب کی اشاعت کے ساٹھ برس بعد، ۱۹۷۵ء میں سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور کے توسط سے شعری پنجابی ترجمہ شائع کیا۔ اسی طرح ''اسرار خودی'' کے عنوان سے قریشی احمد حسین قلعہ داری نے ۱۹۷۶ء میں مکتبہ میری لائبریری کے توسط سے ایک ترجمہ شائع کیا۔ ''اسرار خودی'' و'' رموز بے خودی'' دا منظوم پنجابی ترجمہ'' کے نام سے عبدالغفور اظہر نے بھی ایک ترجمہ کیا جو ہنوز تشنۂ طباعت ہے۔

۱۹۲۳ء میں شائع ہونے والی اقبال کی شعری تصنیف ''پیام مشرق'' کا پنجابی شعری ترجمہ

اشرف یزدانی نے ۱۹۸۹ء میں مکمل کیا۔ یہ ترجمہ بھی تا حال طباعت کے انتظار میں ہے۔اسی طرح اس کتاب کا ایک ترجمہ محراب خاور نے ''مشرق ولوں'' کے عنوان سے ۱۹۹۲ء میں مکمل کیا جو امتیاز فیاض پرنٹنگ پریس، لاہور نے ۱۹۹۹ء میں شائع کیا۔اس ترجمے کا نام پہلے 'افکار اقبال' رکھا گیا تھا یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر یونس احقر اسے ''افکارِاقبال'' ہی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔(5)

۱۹۲۷ء میں شائع ہونے والے مجموعہ کلام 'زبورِعجم' میں سے کچھ حصوں کے دو تراجم وجود میں آ چکے ہیں جن میں سے پہلا حصہ ''گلشن راز جدید و بندگی نامہ'' قریشی احمد حسین قلعہ داری نے پنجابی قالب میں ڈھالا جو ۱۹۸۴ء میں اقبال اکادمی، لاہور نے شائع کیا جب کہ بعد میں مکمل ''زبورِعجم'' کو پنجاب رُوپ علی اکبر عباس نے ۱۹۸۹ء میں دیا۔

۱۹۳۲ء میں شائع ہونے والے 'جاوید نامہ' کو بھی پنجابی رُوپ دیا گیا اور یہ کام تین پنجابی دانشوروں نے اپنے اپنے طور پر انجام دیا۔ پہلا ترجمہ ڈاکٹر مہر عبدالحق نے ۱۹۷۴ء میں کیا جو سرائیکی ادبی بورڈ، ملتان نے شائع کیا۔دوسرا ترجمہ پروفیسر شریف کنجاہی نے کیا جو ۱۹۷۷ء میں مجلس ترقی ادب، لاہور نے شائع کیا جب کہ تیسرا عبدالغفور اظہر نے کیا جو ۱۹۹۲ء میں بزم اقبال، لاہور نے شائع کیا۔

۱۹۳۵ء میں شائع ہونے والے مجموعہ کلام 'بال جبریل' کے دو تراجم وجود میں آئے۔ان میں سے پہلا ''بال جبریل مترجم'' کے نام سے بال جبریل کی منتخب نظموں کا لفظی ترجمہ نسیم لیہ نے کیا جو بزم سرائیکی چمن لیہ نے ۱۹۷۴ء میں شائع کیا۔ جب کہ دوسرا ترجمہ اسیر عابد نے کیا جو''جبریل اڈاری'' کے عنوان سے ۱۹۸۸ء میں مکمل ہوا اور ۱۹۹۵ء میں شائع ہوا۔ یہی ترجمہ ۲۰۰۴ء میں مجلس ترقی ادب، لاہور نے دوبارہ شائع کیا۔

اسی طرح ۱۹۳۶ء میں شائع ہونے والی کتاب 'پس چہ باید کرد اے اقوام شرق' کے بھی دو تراجم ہوئے جن میں سے سید منظور حیدر کا 'ہن کیہ کریے؟' بزم اقبال، لاہور کی طرف سے ۱۹۸۴ء میں شائع ہوا جب کہ عبدالغفور اظہر کی کاوش 'منظوم پنجابی ترجمہ مثنوی پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق' کے عنوان سے ۱۹۹۰ء میں لاہور سے سنگ میل پبلی کیشنز نے شائع کیا۔

علامہ اقبال کے سال وفات یعنی ۱۹۳۸ء میں شائع ہونے والی اُن کی کتاب ''ارمغان حجاز'' کے تین تراجم شائع ہوئے۔ان میں سے پہلا ترجمہ اس کتاب کے فارسی حصے پر مشتمل ہے جو اِسی عنوان سے عبدالغفور اظہر نے کیا اور سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور نے ۱۹۷۳ء میں شائع کیا۔ دوسرا ترجمہ احمد علی گوندل نے 'دل دی آواز' کے نام سے کیا جو 'ارمغان حجاز' کے فارسی حصے پر مشتمل ہے۔ یہ مترجم نے خود ضیاء شمس پریس بھلوال ضلع سرگودھا سے شائع کر کے ۱۹۷۸ء میں جاری کیا جب کہ تیسرا اور اب تک کا آخری کام تنویر بخاری نے 'تحفہ حجاز دا' کے سرنامے کے ساتھ فارسی کلام ہی کی تخصیص کے ساتھ مولا شاہ ویلفیئر سوسائٹی، کڑیال کلاں، گوجرانوالا سے ۱۹۸۹ء میں شائع کیا۔ سید تنویر بخاری کا یہ کام ترجمے کی

بجائے کافی حد تک تفہیم کی کاوش ہے۔ ۱۹۴۴ء میں منصۂ اشاعت پر آنے والی 'مثنوی مسافر' قریشی احمد حسین قلعہ داری نے ترجمہ کر کے مکتبہ میری لائبریری کے زیرِ اہتمام ۱۹۷۶ء میں شائع کیا۔(6)

یہاں اقبال کے منظوم اور منثور تخیل کے تراجم کے کچھ نمونے پیش کیے جاتے ہیں۔ پہلے ان کے فارسی کلام میں سے سید منظور حیدر کے 'پس چہ باید کرد اے اقوام شرق' کے ترجمے میں سے دو اشعار:

آدمیت زار نالید از فرنگ　　زندگی ہنگامہ بر چید از فرنگ
پس چہ باید کرد اے اقوام شرق　　باز روشن می شود ایامِ شرق

کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے:

اِس فرنگی دُنیا، دُنیا تائیں ایجی اپنی پائی　　آدم دی اولاد دے اندر مچ گئی حال دُہائی
اس ہنیرے دے وچ خالی بہہ اساں نہ بھریے　　اے مشرق رہون آلیو دس دہُن کیہ کریے؟' (۷)

''بانگِ درا'' میں اقبال کی معروف اردو نظم ''طلوعِ اسلام'' کے دو اشعار ہیں:

دلیل صبحِ روشن ہے ستاروں کی تنک تابی　　اُفق سے آفتاب اُبھرا، گیا دَورِ گراں خوابی
عروقِ مردۂ مشرق میں خونِ زندگی دَوڑا　　سمجھ سکتے نہیں اس راز کو سینا و فارابی

ان اشعار کو عبدالمجید خاں ساجد نے پنجابی میں ڈھالا ہے۔ انہوں نے مذکورہ بالا 'دِلاں دا چانن' میں چھ 'بانگ درا' اور چار بال جبریل کی نظمیں ترجمائی ہیں۔ مندرجہ بالا دو اشعار کا پنجابی رُوپ ملاحظہ کیجیے:

تاریاں دی گھٹ لو پئی دَسدی ساجھر ویلا　　سورج اُفقوں چڑھیا، گیا زمانہ خوابا خوابی آیا
مردہ شرقی ناڑاں دے وچ چلیا خون حیاتی　　ایس دی رمزنوں سمجھ نہ سکّے سینا تے فارابی(۸)

اسیر عابد کو غالب اور اقبال کے قابلِ ذکر مترجم ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ انہوں نے 'بال جبریل' کا ترجمہ 'جبریل اڈاری' کے عنوان سے کیا۔ اس میں سے ایک غزل کے دو اشعار پیش ہیں:

گیسوئے تاب دار کو اور بھی تاب دار کر　　ہوش و خرد شکار کر، قلب و نظر شکار کر
عشق بھی ہو حجاب میں، حسن بھی ہو حجاب میں　　یا تو خود آشکار ہو یا مجھے آشکار کر

ان کو مترجم نے ان الفاظ میں پیش کیا ہے:

کنڈلائیاں ہوئیاں زُلفاں نوں کجھ ہور ذرا کنڈلا سجنا　　عقلاں نوں جال پھسا سجنا، اکھاں نوں پھاہیاں پا سجنا
کیہ عشق جے نچے گھنڈ پچھے، کیہ حُسن جے نچے گھنڈ پچھے　　یاں اپنے مکھڑے تون گھنڈ لاہ یاں میری سنگ ہٹا سجنا(۹)

علامہ اقبال کے کلام میں سے سب سے زیادہ پنجابی تراجم ان کی نظموں 'شکوہ' اور 'جواب شکوہ'

کے ہوئے ہیں۔ یہاں 'شکوہ' کے ابتدائی چار مصرعے پیش ہیں جن کا بالترتیب احمد حسین قریشی قلعہ داری، فضل احمد فاروقی، ماسٹر کاظم علی، انور انیق اور محمد اسلم فراق کا کیا ہوا ترجمہ درج کیا جاتا ہے جس سے مترجموں کی صلاحیتوں اور اقبال کے فلسفے کی پیش کش کا اندازہ کرنا ممکن ہوگا۔ پہلے اقبال کے مصرعے دیکھیے:

کیوں زیاں کار بنوں، سود فراموش رہوں — فکرِ فردا نہ کروں، محو غم دوش رہوں
نالے بلبل کے سُنوں اور ہمہ تن گوش رہوں — ہم نوا مَیں بھی کوئی ▭ ہوں کہ خاموش رہوں؟

تراجم میں سے پہلے احمد حسین قریشی قلعہ داری کا حسنِ ترجمہ پیش ہے:

کیوں گھاٹے وچ رہنے والا ہوواں، نفع نہ پاواں — اگے دی کجھ کران نہ چنتا، پچھے دے غم کھاواں
مَیں بُلبل دے کتھوں تیکر رونے سُندا جاواں؟ — مَیں بے حس تے نہیں پُھل وانگوں، کیوں نہ لباں ہلاواں؟(۱۰)

اب فضلِ احمد فاروقی کا ترجمہ دیکھیے:

کیوں کراں سودا ایتھے گھاٹیاں دا، نفعے والی گلوں بھُلنہار ہوواں؟ — دیواں فکر وسار کل آونے دا، سدا پچھلیاں غماں دا یار ہوواں
سُناں سدا مَیں کوئل دے کُوکنے نوں، اوہدی صداتے مست اک بار ہوواں — مَیں بھی پُھلاں دے وانگ چپ چاپ ناہیں چپ نوں توہشیار ہوواں(۱۱)

اور یہ ہے ان مصرعوں کو ماسٹر کاظم علی کا دیا ہوا پنجابی رُوپ:

وادھا چھڈ کے گھاٹیاں راہ جاواں — روواں پچھے نوں اگّا وسا کیویں؟
رونا بُلبل دا کنّیں سُن کے مَیں — پُھل نہیں، ہوواں چُپ یار کیویں؟(۱۲)

یہاں انہیں چار مصرعوں کا یک اور ترجمہ، محمد انور انیق کے قلم کا نتیجہ، بھی دیکھیے جو اقبال اکادمی لاہور نے شائع کیا ہے:

کاہنوں مَیں نقصان کراں تے، کاہنوں کھاواں گھاٹے؟ — نہ مَیں بھلک وِچار کراں، جاواں دُکھ بیتی واٹے
غور کراں، کن لا لا، دُن دپن بُلبل دے کُرلاٹے — سنگی! کوئی پُھل واں مَیں، جو لگا جاں چپ دی چاٹے؟(۱۳)

محمد انور انیق کا 'شکوہ' اور 'جواب شکوہ' کا پنجابی ترجمہ ''الا ہما تے موڑ واں الا ہما'' کے سرنامہ کے ساتھ ۲۰۰۸ء میں شائع ہوا۔ اس میں سے 'جواب شکوہ' کا ابتدائی بند اور اس کا ترجمہ بھی ملاحظہ فرمایے۔ اقبال فرماتے ہیں:

دل سے جو بات نکلتی ہے، اثر رکھتی ہے — پَر نہیں، طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے
قُدسی الاصل ہے، رفعت پہ نظر رکھتی ہے — خاک سے اُٹھتی ہے، گردوں پہ گزر رکھتی ہے
عشق تھا فتنہ گر و سرکش و چالاک مِرا — آسماں چیر گیا نالۂ بے باک مِرا

اس کا ترجمہ پیش خدمت ہے:

جو گل من چوں نکلے، رکھدی اے تاثیر ودھیرے — پَر نہیں ہوندے، پر اُڈدی اے ہمت نال اُچیرے

اصلا ایھدا پاک پوِتر، ٹِیسی اُتے ڈیرے مِٹّی توں اُٹھ کے لاوندی اے اسماناں تے پھیرے
عِشق ان موڑ کپتّا چاتر، سی منہ پاٹا میرا انبراں نوں وی چیر گیا، اَن جھک کُرلاٹا میرا(۱۴)

یہاں ایک اور جدید تر ترجمے کا نمونہ بھی پیش خدمت ہے۔ یہ ’’شکوہ‘‘ اور ’’جواب شکوہ‘‘ کا ترجمہ، مسعود کھدر پوش ٹرسٹ نے لاہور سے ۲۰۰۹ء میں شائع کیا ہے۔ محمد اسلم فراق کے ترجمہ کردہ علامہ اقبال کے ’’شکوہ‘‘ کے اشعار:

ہم سے پہلے تھا، عجب تیرے جہاں کا منظر ں مسجود تھے پتھر، کہیں معبود شجر کہی
خوگرِ پیکرِ محسوس تھی انساں کی نظر مانتا پھر کوئی اَن دیکھے خدا کو کیوں کر؟
تُجھ کو معلوم ہے لیتا تھا کوئی نام تیرا؟ قوّتِ بازوئے مسلم نے کیا کام تیرا(۲۰)

درجِ بالا اشعار کا ترجمہ دیکھیے:

ساتھوں پہلاں تے تیرے جہاں والا کجھ دِسدا حال عجیب ہے سی پئے پتھراں نوں سجدے ہوندے سن، معبود درخت غریب ہے سی
ہتھ لگے تے ہووے محسوس جھڑا، اوہ خدا نکا یا مہیب ہے سی ان ویکھے خدا نوں کون منّدا، کھڑا وس دا تیتھے نقیب ہے سی؟
تینوں پتا اے ایس جہان اندر، نہ سی تم تیرا، نہ سی ہم تیرا مسلمان دی بانہہ دے زور نے ایہہ جے سمجھین تے کیتا اے کم تیرا(۱۵)

نثری کتب کے تراجم:

۱۹۰۳ء میں شائع ہونے والی نثری کتاب ’’علم الاقتصاد‘‘ کے دو ترجمے ۱۹۷۷ء اور ۱۹۷۸ء میں شائع ہوئے۔ ان میں سے پہلا سمیع اللہ قریشی نے پندرہ روزہ ’’ونگار‘‘ میں قسط وار ۵ تا ۲۰ اکتوبر ۱۹۷۷ء کے شمارے سے شروع ہوا اور ۲۹ اکتوبر تا ۱۳ نومبر، ۳۰ نومبر تا ۱۵ دسمبر ۱۹۷۷ء، یکم جنوری تا ۱۴ جنوری اور ۳۱ جنوری تا ۶ فروری ۱۹۷۸ء کے شماروں میں پانچ اقساط میں شائع ہوا۔ یہ ترجمہ صرف دو ابواب تک محدود رہا۔ دوسرا اور مکمل ترجمہ شریف کنجاہی نے ۱۹۷۸ء میں بزم اقبال، لاہور کے توسط سے کتابی صورت میں شائع کیا۔ ۱۹۳۰ء وچ شائع ہون والی کتاب 'Reconstruction of Religious Thoughts in Islam' کا ترجمہ ’’خطبات اقبال‘‘ کے نام سے پروفیسر شریف کنجاہی نے ۱۹۷۷ء میں کیا جو مجلس ترقی ادب، لاہور نے شائع کیا۔(۱۶)

حوالہ جات

۱۔ محمد سخی خان، ترجمے کے اصولی مباحث، مشمولہ: لیکھ، شش ماہی، لاہور، جولائی تا دسمبر ۲۰۱۷ئ، ص: ۱۳۲

۲۔ غفران الجیلی، سید، فن ترجمہ کے اصول ومبادیات، مقالہ، مشمولہ: ترجمہ روایت اورفن، مرتب: نثار احمد قریشی، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۵ئ ص: ۸۲

۳۔ رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر، ۱۹۸۶ء کا اقبالیاتی ادب، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۸۸ئ ص: ۳۶

۴۔ لیکھ، شش ماہی، شمارہ اول، لاہور، دسمبر ۲۰۰۵ء، ص: ۶۸۔ ۴۳

۵۔ محراب خاور، مشرق ولوں، لاہور: امتیاز فیاض پرنٹنگ پریس، ۱۹۹۹ء، ص: ۶

۶۔ ناصر رانا، ڈاکٹر، پنجابی میں اقبال شناسی، مطبوعہ: الماس، تحقیقی مجلہ، شعبہ اردو، شاہ عبداللطیف یونیورسٹی، خیر پور، ۱۵۔ ۲۰۱۴ئ ص: ۴۷۸

۷۔ منظور حیدر، سید، ہُن کیہ کریے، لاہور: بزمِ اقبال، ۱۹۸۴ء، ص: ۴۸

۸۔ عبدالمجید خاں ساجد، دِلاں دا چانن، ملتان: کاروانِ ادب، ۱۹۸۴ء، ص: ۸۲

۹۔ اسیر عابد، جبریل اڈاری، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۹۵ئ ص: ۲۳

۱۰۔ احمد حسین قریشیقلعہ داری، شکوہ جواب شکوہ، لاہور: پنجابی ادبی بورڈ ص: ۱۷

۱۱۔ فضل احمد فاروقی، پنجابی شکوہ، مرتبہ: ڈاکٹر گوہر نوشاہی، لاہور: پنجابی ادبی اکیڈمی، ۱۹۶۴ئ ص: ۲۳

۱۲۔ کاظم علی، ماسٹر، کلام اقبال: شکوہ جواب شکوہ پنجابی، لالہ موسیٰ: پنجابی بک ڈپو، چھوکر کلاں، ۱۹۶۸ئ ص: ۵

۱۳۔ محمد انور انیق، الا ہما تے موڑ واں اُلا ہما، لاہور: اقبال اکادمی، ۱۹۹۵ئ ص: ۲

۱۴۔ ایضاً ص: ۶۶

۱۵۔ محمد اسلم فراق، شکوہ جواب شکوہ، لاہور: مسعود کھدر پوش ٹرسٹ، ۲۰۰۹ئ ص: ۱۹

۱۶۔ ناصر رانا، ڈاکٹر، پنجابی میں اقبال شناسی، مطبوعہ الماس، تحقیقی مجلہ ۱۵۔ ۲۰۱۴ئ ص: ۴۸۱

☆......☆......☆